© rasailojaraid.com

اسلامی نظریاتی کونسل اور قانون تحفظ نسواں

ڈاکٹر محمد خالد مسعود° / پروفیسر خورشید احمد

پروفیسر خورشید احمد کے شذرے 'اسلامی نظریاتی کونسل کی غیر نظریاتی بیداری' (نومبر ۲۰۰۶ء) پر اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود صاحب نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ یہ اور مدیر ترجمان کا استدراک دونوں ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب کا ایک شذرہ 'اسلامی نظریاتی کونسل کی غیر نظریاتی بیداری' کے عنوان سے ترجمان القرآن اور بعض اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا ہے کہ ''اس دستوری ادارے کو شاید اپنی تاریخ میں پہلی بار اپنے مقام و کردار اور استحقاق کا احساس ہوا''۔ پروفیسر صاحب نے ادارے کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے: ''ہم خود اسلامی نظریاتی کونسل کو با اختیار دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے کردار کو زیادہ مؤثر بنانے کے حق میں ہیں''۔ محترم پروفیسر صاحب اسلامی نظریاتی کونسل کے پرانے کرم فرما اور بہی خواہ ہیں۔ ان کے ارشادات کی ہم بے حد قدر کرتے ہیں' تاہم اس شذرے میں چند حقائق بیان کرنے میں پروفیسر صاحب سے کسی قدر فروگزاشت ہوئی ہے۔ اس لیے ہم بصد ادب چند معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں:

۱- پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ کونسل نے قوانین پر نظرثانی کے لیے ایک جامع رپورٹ مرتب کرنا تھی جو آج تک مرتب نہیں ہوئی اور یوں کونسل نے اپنی آئینی ذمہ داری پوری نہیں کی'

° چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کونسل نے یہ آئینی ذمہ داری مکمل کرتے ہوئے جامع رپورٹ مرتب کر کے دسمبر ۱۹۹۶ء میں شائع کر دی تھی۔ پروفیسر صاحب کی خواہش ہو تو وہ کونسل کے دفتر سے طلب کر سکتے ہیں۔ ماضی میں کونسل کی رپورٹیں صیغۂ راز میں رکھی جاتی تھیں۔ موجودہ کونسل کے فیصلے کے تحت اب یہ پبلک کے لیے دستیاب ہیں۔

یہ فائنل رپورٹ ۵۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رپورٹ میں ۱۸۳۶ء سے ۱۸۸۱ء تک کے تمام قوانین کا جائزہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اس فائنل اور جامع رپورٹ کے علاوہ کونسل سالانہ اور خصوصی رپورٹیں بھی شائع کرتی رہی ہے جو کونسل کی لائبریری میں موجود ہیں۔

۲- کونسل اس بات پر مسرت واطمینان کا اظہار کرتی ہے کہ موجودہ حکومت نے مختلف قوانین پر ذرائع ابلاغ اور پارلیمنٹ میں بحث کا آغاز کیا ہے۔ اب تک پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ عام طور پر آرڈی ننسوں کے ذریعے ہوتا رہا ہے اور اس مرتبہ ان قوانین پر ذرائع ابلاغ پر بے لاگ گفتگو ہو رہی ہے اور اُمید ہے کہ اسمبلی میں بھی اس پر سنجیدہ بحث ہوگی۔ اس سلسلے میں جو اندیشے، تحفظات اور جھنجھلاہٹیں سامنے آرہی ہیں وہ فطری امر ہے، لیکن خوش آیند بات یہ ہے کہ قانون سازی عوام کے منتخب نمایندوں کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔

۳- پروفیسر صاحب کو شکایت ہے کہ ''اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک دستوری ادارہ ہوتے ہوئے بھی عملاً ایک عضو معطل ہی کا مقام دے دیا گیا'' اور یہ کہ ''کونسل ۵۰ سے زیادہ رپورٹیں تیار کر چکی ہے لیکن ان میں سے کسی ایک پر بھی پارلیمنٹ میں بحث نہیں ہوئی''۔ بقول ان کے ''حیرت کا مقام ہے کہ کونسل یا اس کے ارکان کو اس بے توقیری پر کبھی احتجاج کی توفیق نہیں ہوئی''۔ ان رپورٹوں پر بحث پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی دستوری ذمہ داری ہے تاہم انھوں نے کونسل کو مطعون کیا ہے کہ ''ہمیں علم نہیں کہ اس سلسلے میں کونسل نے کبھی حکومت کو اپنی دستوری ذمہ داریاں ادا کرنے پر متوجہ کرنے کی زحمت فرمائی ہو''۔ پروفیسر صاحب سینیٹ کے اہم رکن ہیں، وہ بہتر جانتے ہیں کہ ان رپورٹوں پر کیوں بحث نہیں ہوئی۔ وہ اپنی کوتاہی کے لیے کونسل کو ذمہ دار کیوں ٹھیراتے ہیں۔ کونسل کے نزدیک رپورٹ پیش کرنے پر کونسل کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔ کونسل کو 'ولایتِ فقیہ' کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی وہ کسی ایسے اختیار کی قائل ہے کیونکہ اس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پارلیمنٹ کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

۴- پروفیسر صاحب نے یہ نکتہ بھی اٹھایا ہے کہ حسبہ بل اور حدود آرڈی ننس کے اصل مسودات اسلامی نظریاتی کونسل ہی نے تیار کیے تھے، انھیں غالباً اس بات پر اعتراض ہے کہ کونسل اپنے ہی تیار کردہ مسودات کی تائید کیوں نہیں کر رہی یا ان پر نظرثانی کی بات کیوں کرتی ہے۔ میں پروفیسر صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ کونسل، زیرِغور ہر مسئلے پر کونسل کے ماضی کے فیصلوں اور سفارشات کو مدنظر رکھتی ہے بلکہ موجودہ کونسل نے یہ طریقۂ کار طے کیا ہے کہ کونسل کے ماضی کے فیصلوں کو بھی موجودہ کونسل کی توثیق کے بعد ہی نقل، شائع یا جاری کیا جائے گا۔

۵- پروفیسر صاحب کو حسبہ بل کے بارے میں کونسل کی رائے پر بھی اعتراض ہے۔ کونسل کی رائے کے جس حصے کو انھوں نے 'دستوری بقراطیت' کا نام دیا ہے اس کی آئینی حیثیت پر سپریم کورٹ کا فیصلہ آچکا ہے، اس لیے مجھے اس پر مزید [کچھ] کہنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ کونسل نے جن شرعی تحفظات کا اظہار کیا تھا وہ پروفیسر صاحب کی توجہ کے لائق ہیں اور یہ تحفظات اس ماحول کو پیش نظر رکھ کر کیے گئے تھے جس میں پاکستان میں اقامت دین کے نام پر دین میں سیاست کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ اور اندیشہ ہے کہ حسبہ کا سیاسی استعمال شریعت اور دین کو متنازع بنا دے گا۔ فرقہ واریت اور مذہبی جماعتوں کے حالیہ باہمی اختلافات سے اس اندیشے کو مزید تقویت ملی ہے۔

۶- 'تحفظ حقوقِ نسواں' کے بل پر پارلیمنٹ میں بحث کے آغاز سے پہلے ہی بعض حلقوں کی طرف سے حدود آرڈی ننس کی مکمل تنسیخ یا اس کو بعینہٖ باقی رکھنے پر جس طرح اصرار کیا جا رہا ہے اور اس پر پارلیمنٹ میں غوروخوض اور ترمیم کا راستہ روکنے کے لیے جس طرح زور ڈالا جا رہا ہے اس پر افسوس ہوتا ہے کہ بعض لوگ جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بات تو کرتے ہیں لیکن قانون سازی کے لیے غیر جمہوری اور غیر پارلیمانی طرزِعمل پر مصر ہیں۔ پروفیسر صاحب سے درخواست ہے کہ اس غیر جمہوری اور غیر پارلیمانی طرزِفکر کی حوصلہ شکنی کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔

استدراک از مدیر ترجمان القرآن

ترجمان القرآن (نومبر ۲۰۰۶ء) میں شائع شدہ شذرے پر اسلامی نظریاتی کونسل کے

© rasailojaraid.com